خدا اور سائنس

از منشی عبدالرحمٰن خان

ناشر:- ادارہ اشاعت علوم اسلامیہ - جہلیک ملتان شہر

قیمت
20 پیسے

عالمی ادارۂ تبلیغ

ہمارا مقصد و مسلک

انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری کی اصل غرض دین کی تبلیغ، کردار کی تعمیر اور معاشرہ کی تہذیب تھی جب تک انسان عقائد کی حدود، عبادات کے ارکان، معاملات کے احکام، معاشرت کے اصول اور اخلاق کے ضوابط معلوم کر کے ان پر عمل پیرا نہ ہو، ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں نہیں آسکتا تعلیم و تبلیغ دین کا سب سے بڑا ذریعہ دینی مدارس اور محراب و منبر ہیں جو حضرات وہاں تک نہیں پہنچ سکتے، یا ضخیم دینی لٹریچر پڑھنے کیلئے وقت نہیں نکال سکتے یا قیمتی دینی لٹریچر نہیں خرید سکتے ان تک قلم و قرطاس کے ذریعہ عصری مذاق اور جدید تقاضوں کے مطابق قرآن و اسلام کا پیغام دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچانے کیلئے یہ ادارہ قائم کیا گیا ہے۔

تبلیغ دین ایک فرض کفایہ ہے اسکی ادائیگی کی یہ سہل و آسان صورت پیدا کی گئی ہے کہ دینی شعور و بصیرت پیدا کرنے اور اسلامی تعلیمات و روایات کو عام کرنے کیلئے یہ ادارہ ہر ماہ مختلف موضوعات پر حسین و دلنشین انداز میں چھوٹے چھوٹے پمفلٹ شائع کریگا جو سیاسی اور اختلافی مسائل سے پاک ہونگے اور چند پیسوں میں مہیا کئے جائینگے آپ اس ادارہ کے رکن بن کر ہر ماہ ایک روپیہ یا اس سے زائد کے پمفلٹ خرید کر نو تعلیم یافتہ متعلقہ طبقہ میں تبلیغاً مفت تقسیم کر دیں دوسروں کو بھی اسکا رکن بنائیں اور صاحب استطاعت و صاحب زکوٰۃ حضرات یہ پمفلٹ گھر گھر پہنچانے کیلئے ادارہ کی مستقل مالی امداد فرمائیں، ایسے وقت میں جبکہ شعائر اسلام مٹتے چلے جارہے ہوں دین کو رواج دینے کیلئے ایک کوڑی خرچ کرنا اللہ کی راہ میں لاکھوں روپے خرچ کرنے کے برابر ہے۔

سر دست یہ سلسلہ اردو میں شروع کیا جارہا ہے اگر آپ کا مستقل تعاون حاصل رہا، تو انشاء اللہ کچھ عرصہ بعد اسے انگریزی میں بھی شروع کر دیا جائے گا۔ تاکہ اسے بیرونی ممالک تک وسعت دی جاسکے۔ یہ ادارہ کسی جماعت کا نقیب یا ترجمان نہیں اس کا مقصد خالصۃً للہ دین کی خدمت ہے اور اس غرض کیلئے ارباب دین و دانش اور ارباب ثروت و اقتدار کا تعاون حاصل کرنا ہے۔

منشی عبدالرحمٰن خان ناظم اعلیٰ ادارۂ اشاعت علوم اسلامیہ۔ چہل بیک۔ ملتان شہر فون نمبر ۲۶۷۵

۷۸۶

خُدا اَور سائنس

مذہب اور سائنس

جب سے مغرب کی مادی اور میکانکی تہذیب کی شعاعوں نے عالمِ اسلام کو "منور" کرنا شروع کیا ہے۔ اس کے "روشن خیال" طبقہ میں یہ عقیدہ روز بروز زور پکڑتا جا رہا ہے کہ سائنس مذہب کی مخالف ہے۔ مگر واقعات اس نظریہ کی تائید نہیں کرتے کیونکہ سائنسدان تو شب و روز

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ	آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں
وَالْاَرْضِ (آل عمران ۱۱/۴)	غور کرتے رہتے ہیں۔

سائنس تمام مادی علوم کا سرچشمہ۔ معلومات کا خزینہ اور معرفتِ الٰہی کا زینہ ہے اس کا کام مادیات کے پُر پیچ راستوں کے ذریعہ انسان کو حق و صداقت تک پہنچانا اور علم کیمیا۔ طبعیات۔ طبیعیات۔ حیاتیات۔ نباتات۔ حیوانیات۔ ریاضیات۔ حرکیات۔ شماریات۔ ارضیات اور فلکیات کے ذریعہ اسرارِ فطرت کا سراغ لگانا ہے اسلئے مذہب و سائنس دو مخالف قوتیں نہیں بلکہ بقول علامہ اقبال:-

"سائنس اور مذہب "حقیقت" تک پہنچنے کے دو مختلف راستے ہیں۔"

فرق صرف اتنا ہے کہ مذہب کی بنیاد الٰہیات پر ہے جو قطعی اور حتمی ہیں اور جن میں غلطی، ترمیم یا تنسیخ کا کوئی امکان نہیں اور سائنس کی بنیاد عقلیات پر ہے جس میں ہر وقت غلطی اور تبدیلی کا امکان رہتا ہے اسی لئے سائنس کے نظریات و تناسبات ہر دور میں بدلتے رہے مگر مذہب کا کوئی اصول و نظریہ آجتک نہیں بدلا۔

خدا اور سائنسدان

ہمارا وہ نو تعلیم یافتہ طبقہ جو خدا کی بجائے سائنس پر ایمان بالغیب رکھتا ہے اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ سائنسدان خدا کے منکر ہیں۔ ماہر عضویات انڈریو کان وے کے قول کے مطابق:-

"یہ سائنسدانوں پر محض اتہام ہے۔ سائنس کی دنیا میں جتنے نامور لوگ گزرے ہیں ان کی عظیم اکثریت خداوند تعالیٰ کے وجود کی قائل ہے انکارِ خدا تو اس اندازِ فکر کے ہی منافی ہے۔ جس کے مطابق ایک سائنسدان سوچتا اور تحقیقات کے میدان میں آگے بڑھتا ہے وہ اپنے کام کا آغاز اس بنیادی تصور سے کرتا ہے کہ کوئی مشین بھی مشین ساز کی قوتِ فکر و عمل کے بغیر معرض وجود میں نہیں آ سکتی۔ علت و معلول کا اصول ہی در اصل اس کی اساس ہے ..... یہ قول کہ خدا موجود ہے۔ اس کو جھٹلایا نہیں جا سکتا اور یہ دعویٰ کہ خدا نہیں ہے۔ اس کو ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ کارل مارکس اور لینن کی کی طرح بہت سے ملحدین نے باری تعالیٰ کے وجود کی نفی تو کی لیکن اس کے انکار کے لئے وہ آجتک کوئی عقلی ثبوت فراہم نہیں کر سکے۔"

(خدا موجود ہے صـ ۳۷۳ و صـ ۸۵-۳۸۴)

ان دیکھی حقیقتیں

منکرین و ملحدین کا یہ عقیدہ کہ ہر وہ چیز جو تجربہ و مشاہدہ میں نہیں آسکتی۔ تسلیم نہیں کی جاسکتی۔ محض ایک عذرِ لنگ اور خود فریبی ہے۔ کسی چیز کا علم و مشاہدہ میں نہ آنا، اس کے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتی جس پر خود انسان کا اپنا وجود اور اسکا علم شاہدِ عدل ہے۔ کوئی شخص خود کو باپ کے نطفہ سے بنتے اور ماں کے پیٹ سے نکلتے نہیں دیکھتا۔ اسے سماج اور ماحول بتلاتا ہے کہ الف تمہارا باپ اور ب تمہاری ماں ہے تو وہ دید کی بجائے شنید پر ایمان لے آتا ہے حالانکہ یہ بات غلط بھی ہو سکتی ہے کہ وہ فی الحقیقت الف کے نطفہ سے نہ ہو۔ بلکہ ج کے نطفہ سے ہو۔ یا بن بیاہی ماں کے سوشل اختلاط کا نتیجہ ہو۔ اور بے اولاد جوڑے کے گھر میں روزِ اوّل سے پرورش پا رہا ہو (جیسا کہ مغربی دنیا میں عام رواج ہے) مگر سماعی شہادت کی بنا پر وہ الف کو اپنا باپ اور ب کو اپنی ماں تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ زندگی کے مختلف مظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ انسان کے اندر روح، عقل اور شعور کارفرما ہے۔ انسان ان کو نہیں دیکھ سکتا۔ مگر ان کے وجود سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔ جیسے وہ اپنی نظر سے سب کو دیکھتا ہے۔ مگر اپنی نظر کو خود نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے انسان کی خشتِ اوّل ہی اس نہج پر رکھی گئی ہے کہ وہ ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان لا سکے۔ بقول سید صدیق حسن آئی۔ سی۔ ایس۔

"بہت سی وہ باتیں جو پہلے ایمانیات میں داخل سمجھی جاتی تھیں۔ اور جن کا انکار صرف اس وجہ سے کیا جاتا تھا کہ وہ سائنس کے تجربات کی گرفت میں نہیں آئیں۔ اب ان کے بنیادی مسلّمات سائنس کے جدید ترین انکشافات سے ثابت

ہونے چلے جا رہے ہیں۔" (صدق جدید ۸ رمئی ۶۴ء)

تخلیقی عناصر

جدید سائنسی تحقیقات کی رو سے اس کائنات کی تخلیق و ترتیب میں مختلف عناصر کا حصہ ہے۔ یونانی حکما فیثا غورث اور ارسطو کا خیال تھا کہ یہ دُنیا اربعہ عناصر یعنی مٹی۔ پانی۔ ہوا اور آگ سے بنی ہے۔ حکماء عرب کا خیال تھا کہ یہ چار چیزوں سے نہیں بلکہ سات چیزوں سے بنی ہے۔ مذکورہ بالا چار چیزوں کے علاوہ اس میں گندھک۔ پارہ اور نمک بھی شامل ہے۔ تجربات و مشاہدات رفتہ رفتہ ان عناصر میں اضافہ کرتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انیسویں صدی عیسوی میں ان عناصر کی تعداد ۹۲ تک پہنچ گئی۔ اور بیسویں صدی کے انکشافات و اکتشافات نے ان کی تعداد ۱۰۲ تک پہنچا دی۔ یعنی اس دُنیا کو ۱۰۲ اجزا نے مل کر وجود و حسن بخشا ہے۔ ان ۱۰۲ اجزا میں سے ہر ایک کی صفت جُدا جُدا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کارخانہ عالم ایک ایسی ہستی کا تیار کردہ ہے۔ جو ۱۰۲ اصفات کمالیہ رکھتی ہے اور ان کے انفرادی اور اجتماعی ظہور پر قادر ہے۔ قرآن کریم کی رو سے یہ جامع الصفات ذات بابرکات صرف باری تعالےٰ کی ہے:-

اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیۡءٍ (زمر ۶/۲۴) اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

عناصر کا ماخذ

سائنس کی جدید تحقیقات کی رو سے تمام کے تمام ۱۰۲ عناصر جن سے تمام مادی اشیاء بنی ہیں اولاً برقی توانائی کی شکل میں تھے۔ برقی توانائی سے برقیئے بشکل الیکٹرون و پروٹون خارج ہوئے

برقیوں سے گیس پیدا ہوئی۔ گیس سے سیّال بنا۔ اور سیال نے جامد کی صورت میں قرار پایا
یہ مادہ دراصل توانائی کی کثیف ترین شکل ہے۔ اس میں جوں جوں لطافت بڑھتی جاتی ہے
اس کی جسمیت کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور اس کی توانائی بڑھتی جاتی ہے گویا مذکورہ بالا
۱۰۲ عناصر کا پانچ صورتوں میں ظہور ہوا۔ اور یہی پانچ چیزیں سائنس کی ایمانیات
میں سے ہیں۔ مشہور عالمی جریدہ "سائنس" نے ان پانچ چیزوں کی ذات وصفات پر
ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :-

۱- "جامد (SOLID) اس کی جسمیّت نمایاں اور مستقر ہے اپنی ذات سے
پہچانی جاتی ہے۔ بہت کثیف ہے اور وزن رکھتی ہے۔

۲- سیّال (LIQUID) اس کی جسمیّت کا احساس نمایاں ہے مگر جسمیت غیر
مستقر ہے تاہم اپنی ذات سے پہچانی جاتی ہے وزن رکھتی ہے اور ٹھوس
کی نسبت لطیف ہے۔

۳- گیس (GASE) اس کی جسمیّت کا احساس نہ تو نمایاں ہے اور نہ مستقر
ہے۔ نہ اپنی ذات سے پہچانی جاسکتی ہے نہ صفات سے۔ بلکہ آثار سے
صفات کا علم ہوتا ہے اور صفات سے ذات کا۔ وزن یہ بھی رکھتی ہے مگر
سیّال سے زیادہ لطیف ہے۔

۴- برقیئے (الیکٹرون ELECTRON اور پروٹون PROTON) ان
میں برائے نام جسمیّت ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ نہ اپنی ذات سے پہچانے

جاتے ہیں۔ نہ صفات سے۔ بلکہ آثار سے پہچانے جاتے ہیں۔ یہ وزن تو رکھتے ہیں مگر اتنا کہ اس وزن کا تصوّر کرنا مشکل ہے۔ مثلاً ایک الیکٹرون کا وزن ہائیڈروجن گیس کے ایک جوہر کا دو ہزارواں حصّہ ہے۔ برقیئے گیس سے زیادہ لطیف ہوتے ہیں۔

۵۔ برق (ELECTRICITY) یہ مادہ نہیں بلکہ قوت یا توانائی (ENERGY) ہے اس میں نہ جسمیّت ہے۔ نہ اپنی ذات سے پہچانی جاتی ہے۔ اور نہ اپنی صفات سے بلکہ آثار سے پہچانی جاتی ہے۔ صفات کے جو اثرات اشیاء پر پڑتے ہیں۔ ان سے صفات کا علم ہوتا ہے اور صفات سے ذات کا علم ہوجاتا ہے برق، برقیوں سے بھی زیادہ لطیف ہوتی ہے۔"

ایمان بالغیب

غرض کہ سائنس کی رو سے لطافت جب اپنے وجود سے ہٹتی گھٹتی اور بٹتی چلی جاتی ہے تو وہ کثافت پر پہنچ کر دم لیتی ہے اور اپنی جسمیّت کی وجہ سے نظر آنے لگتی ہے۔ کثافت جوں جوں اپنے منبع و ماخذ کی طرف لوٹتی ہے تو لطافت میں بدلتی جاتی ہے اور برق یا نور۔ قوّت یا توانائی کی سرحد پر پہنچنے کے بعد اپنی جسمیّت بالکل کھو بیٹھتی ہے اور اسکا نظر آنا ناممکن ہوجاتا ہے اس وقت اسکی ذات کو اس کے اثرات اور صفات کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے مثلاً بجلی کی ایک صفت مقناطیسیّت ہے۔ بجلی کسی تار سے گزر رہی ہے یا کسی دوسری چیز میں پھیلی ہوئی ہے آپ کا ہاتھ نادانستہ طور پر اس تار یا چیز سے چھو جاتا ہے۔ تو وہ آپکے ہاتھ کو کھینچ کر شاٹ مارتی ہے۔ اس وقت آپ کو

اسکی اس صفت اور آثار کی بنا ء پہ اسکی ذات کا علم ہوتا ہے گویا :۔

۱۔ جسطرح اسلام کے بنیادی عقائد پانچ ہیں یعنی خدا پہ ۔ خدا کے فرشتوں پہ ۔ خدا کے رسولوں پہ ۔ خدا کی کتابوں پہ اور روز قیامت پہ ایمان لانا ضروری ہے ۔ اسی طرح سائنس کی رُو سے بھی پانچ چیزوں یعنی جامد ۔ سیّال ۔ گیس ۔ برقیئے اور برق کے وجود کو اس کائنات کی بنیاد سمجھا جاتا ہے

۲۔ جسطرح عقائد اسلام کی رو سے خدا کے رسول اور خدا کی کتابیں نظر کی گرفت میں آسکتی ہیں ۔ اسی طرح سائنس کی رو سے صرف دو چیزوں یعنی جامد اور سیال کو ان کی جسمیت کی وجہ سے دیکھ سکتے ہیں ۔

۳۔ جسطرح عقائد اسلام کی رو سے ہمیں خدا ۔ فرشتے اور روز حشر جسمیّت نہ رکھنے کیوجہ سے نظر نہیں آتا ۔ اسی طرح سائنس کی رو سے گیس ۔ برقیئے اور برق جسمیّت نہ رکھنے کی وجہ سے نظر نہیں آتی ۔

۴۔ جسطرح ہم خدا ۔ فرشتوں اور روز حشر کو آثار وصفات سے مانتے اور پہچانتے ہیں اسی طرح سائنس کی رو سے گیس ۔ برقیوں اور برق کو اس کے آثار وصفات سے پہچانا جاتا ہے ۔

۵۔ جسطرح اسلام میں بعض ان دیکھی حقیقتوں کو تسلیم کرنا اور ان پہ ایمان بالغیب لانا ضروری ہے اسی طرح سائنس کی رو سے بھی ان دیکھی چیزوں کے وجود کو تسلیم کرنا اور ان پہ ایمان بالغیب لانا پڑتا ہے ۔

خدا کی عدم جسمیت سائنس نے دُنیا کے سامنے یہ اصول پیش کر کے کہ مادہ کا منبع و ماخذ لطیف ترین قوت یا توانائی ہے جو نہ جسم رکھتی ہے اور نہ نظر آسکتی ہے بلکہ صرف اپنی صفات و اثرات سے جانی پہچانی جاتی ہے ثابت کر دیا ہے کہ اس لطیف ترین توانائی کا خالق بھی اپنی ناقابل تصور انتہائی لطافت کی وجہ سے نہ جسم رکھ سکتا ہے اور نہ نظر آسکتا ہے اس سے نہ صرف منکرین و ملحدین کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ اگر خدا ہوتا تو نظر آتا۔ بلکہ قرآن کریم کی بیان کردہ مندرجہ ذیل صفاتِ الٰہیہ کا بھی اعتراف ہوتا ہے

(۱) اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ (لقمٰن ۱۱/۲۱) — بالتحقیق اللہ لطیف ہے

(۲) اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ (انفال ۷/۱۰) — بالتحقیق اللہ بڑی قوت والا ہے

(۳) اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ (نور ۵/۱۸) — اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے

(۴) وَالظَّاہِرُ وَالۡبَاطِنُ (حدید ۲۷/۱) — وہ (صفاتاً) ظاہر ہے اور (ذاتاً ان کے اندر چھپا ہوا ہے)

(۵) لَا تُدۡرِکُہُ الۡاَبۡصَارُ وَہُوَ یُدۡرِکُ الۡاَبۡصَارَ (انعام ۷/۱۹) — آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں اور وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے۔

تھیوری آف ایتھر آج سے دو سو سال قبل ہالینڈ کے ایک سائنسدان نے ایتھر جسے عربی میں اثیر کہتے ہیں۔ کی دریافت کر کے بہت سے قرآنی حقائق کی تائید کا مزید سامان پیدا کر دیا ہے۔ علماء سائنس کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اثیر

نے روزِ اوّل سے اس کائنات کو ایک لطیف ترین اور ناقابل دید غلاف یا بادل کی طرح اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ یہ عرش سے فرش تک ہر جگہ موجود ہے اس میں نہ کوئی خلا ہے نہ روزن اور نہ ہی اس میں خلا یا روزن پیدا کیا جا سکتا ہے یہ نور سے زیادہ لطیف ہے دو چیزوں کے درمیان واسطہ کا کام دیتا ہے۔ لہر یہ وجود رکھتا ہے۔ یہ کرۂ ہوا کے اندر بھی موجود ہے اور کرۂ ہوا کے اوپر خلا میں بھی پھیلا ہوا ہے۔ ایثری امواج ایک سیکنڈ میں ۱۸۶،۰۰۰ میل سفر طے کرتی ہیں۔ اس کی لہریں یا امواج بھی پانچ قسم کی ہیں۔

(۱) آواز کی لہریں (۲) عکس کی لہریں (۳) روشنی کی لہریں (۴) بجلی کی لہریں (۵) خیال کی لہریں۔ یہ لہریں ہر وقت ایثری سمندر میں متلاطم رہتی ہیں اور چشم زدن میں ایک لہر تمام کرۂ ارض کا چکر ختم کر لیتی ہے۔ آواز کی لہر خواہ وہ کہیں سے پیدا ہو۔ ۱/۸ یعنی ایک سیکنڈ کے آٹھویں حصہ میں کرۂ ایثر کے چاروں طرف اپنا چکر ختم کر لیتی ہے۔ عکس کی لہریں بھی اسی رفتار سے چلتی ہیں۔ مگر بجلی کی لہریں ان سے بھی تیز رفتار ہوتی ہیں۔ وہ کرۂ ایثر کا پورا چکر ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصہ میں ختم کر لیتی ہیں اور خیال کی لہر تو چشم زدن میں پورے کرۂ ایثر کا چکر لگا لیتی ہے۔

تھیوری آف ایتھر کے تحت سوئی کو مقناطیس تک، روشنی کو آنکھوں تک، آواز کو کانوں تک، اشکال کو کیمرہ تک، مناظر کو خیال تک ایثر کھینچ لاتا ہے۔ اگر ایثر نہ ہوتا تو سورج چاند اور تاروں کی روشنی ہم تک نہ پہنچ سکتی۔ کیونکہ روشنی خود نہیں چلتی۔ ایثر اسے چلاتا ہے۔ یہ ایثری واسطہ کا کرشمہ ہے کہ ہم وائرلیس کے ذریعہ بلا تار و سلسلہ آنِ واحد میں ہزاروں میل

تک اپنا پیغام پہنچا سکتے ہیں۔ ریڈیو کے ذریعہ دور دراز ملکوں کی نشریات گھر بیٹھے اور راہ چلتے سن سکتے ہیں۔ ٹیلی ویژن ریڈیو کے ذریعہ ہزاروں میل دور ہونے والے پروگرام بچشم خود دیکھ سکتے ہیں اور ہوا باز کے بغیر ہوائی۔ خلائی جہاز اور مصنوعی سیارے اڑا سکتے ہیں۔

وجود باری تعالیٰ

غرض کہ سائنس کی رو سے کائنات میں ایتھر نامی ایک ایسا لطیف مادہ بھی موجود ہے جس نے کائنات کی ہر چیز کو محصور کر رکھا ہے جو ہر جگہ موجود ہے ہر جسم میں داخل ہے۔ ہر حرکت، ہر صدا، ہر آہٹ اور ہر جنبش اس کے وجود میں تموّج پیدا کر دیتی ہے۔ جس سے چشم زدن میں سارا کرۂ ایتھر آگاہ و خبردار ہو جاتا ہے کہ فلاں نے یہ کیا اور فلاں نے یہ کہا۔ اس طرح سائنس نے ان صفات خداوندی کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ جو قرآن کریم آج سے پونے چودہ سو سال قبل بیان کر چکا ہے۔

۱ - وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ط يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ (انعام ۱/۱)

وہی ایک اللہ آسمانوں میں ہے اور زمین میں (بھی) وہ تمہارے پوشیدہ یا مخفی (حال) کو بھی جانتا ہے اور ظاہری (حال) کو بھی اور جو کچھ تم کرتے رہتے ہو۔ اسے بھی وہ جانتا ہے۔

۲ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ (آل عمران ۱/۱)

ارض و سما کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

۳ - اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ ۢ بَصِيْرٌ (مجادلہ ۱/۱)

وہ ہر بات سنتا اور دیکھتا ہے

۴ - فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ (بقرہ ۲۳) میں (تمہارے بالکل) قریب ہوں۔

۵ - وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ق ۲۶) ہم تو اسکی رگ جاں سے بھی زیادہ اسکے قریب ہیں

گویا ایتھر کی طرح خدا بھی ہر جگہ موجود ہے ہر انسان کے تخیل سے بھی زیادہ قریب ہے، وہ ہر بات خواہ وہ چھپی ہوئی ہے یا ظاہر جانتا ہے اس کے احاطہ علم سے اس کائنات اور اس کی موجودات کا کوئی راز اور دلوں کا کوئی بھید تک مخفی نہیں۔ جس طرح آپ ریڈیو کے ذریعہ ہزاروں میل دُور کی نشریات بلا توقفِ ثانیہ گھر بیٹھے سن رہے ہوتے ہیں اسی طرح خدا بھی ہماری باتیں سنتا رہتا ہے جس طرح ٹیلی ویژن ریڈیو کے ذریعہ دُور دراز ممالک کے نشری پروگرام آپ گھر بیٹھے بچشم خود دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح خدا بھی ہر وقت ہماری حرکات و سکنات دیکھتا رہتا ہے۔ گویا سائنس کی ایجادات و انکشافات ذات و صفات خداوندی کے متعلق قرآن کے نظریات کی صداقت کا بزبانِ حال اعتراف کر رہی ہیں۔ ماہر حیوانیات و حشریات ایڈورڈ لوتھر کیسل لکھتے ہیں کہ:-

"اگر کھلے دل و دماغ کے ساتھ سائنس کا مطالعہ کیا جائے تو انسان کے لئے خدا پر ایمان لانے کے سوا اور کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا"۔

یہی رائے ماہر حیاتیات البرٹ میکومبس ونچسٹر کی ہے کہ:-

سائنس کا مطالعہ خداوند تعالیٰ کی عظمت اور قدرت کے متعلق گہری بصیرت پیدا کر دیتا ہے اور یہ بصیرت (سائنس کے) ہر انکشاف کے ساتھ مضبوط ہوتی جاتی ہے"۔

دُنیا کے نامور ماہر طبیعیات لارڈ کیلون بھی اسی نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ:۔

"آپ جتنا زیادہ غور و فکر سے کام لیں گے۔ اتنا ہی سائنس آپ کو خدا کے ماننے پر مجبُور کرے گی"

علّت و معلول کا چکر

اس بات میں تو اب شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ منکرین و ملحدین جس سائنس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اس سائنس کے اصُول و مسلّمات، خدا کی ذات و صفات کی تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ اب لے دے کے ان کا ایک طفلانہ مگر وسوسہ خیز سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ جب یہ ساری کائنات علت و معلول کے چکر میں گرفتار ہے ہر چیز دوسرے کے واسطہ اور ذریعہ سے معرضِ وجود میں آتی ہے۔ تو پھر خدا کو کس نے پیدا کیا ہے؟ بظاہر یہ سوال بڑا وزن دار معلوم ہوتا ہے۔ اس سوال کا ہمارے پاس معقول جواب موجُود ہے مگر سائنس یا سائنسدانوں کے پاس ایسے سوال کا کوئی جواب موجُود نہیں۔

ماہرین سائنس کا عجز

تازہ ترین انکشافات و اکتشافات کی رو سے موجُودہ سائنس کی سدرۃ المنتہیٰ توانائی یا انرجی ہے۔ اس سے آگے ابھی تک سائنس کو معراج حاصل نہیں ہُوئی۔ سائنس کی رو سے یہ سارا کارخانۂ عالم اسی انرجی یا توانائی سے چل رہا ہے لیکن جب ہم منکرین و ملحدین یا مفکرین و ماہرین سے یہی سوال کرتے ہیں کہ یہ انرجی اور توانائی اور اس میں یہ حرکت و حیات کہاں سے آئی؟ تو وہ بغلیں جھانکنے اور مُنہ تکنے لگ جاتے ہیں۔ اس سوال نے بڑے بڑے

ماہر سائنسدانوں کو نہ صرف لاجواب کر دیا ہے۔ بلکہ انہیں کھلے بندوں اپنی عاجزی و بے بسی، کم فہمی، لاعلمی کا اعلان کرنا پڑا ہے۔ ماہرِ حیاتی طبیعیات پال کلیرنس ایبر سولڈ لکھتے ہیں:۔

"سائنس کا منتہا اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ یہ بتا دے کہ یہ سب کچھ "کیسے" ہُوا۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر اس حقیقت کی نقاب کشائی کہ یہ سب کچھ "کیوں" ہُوا۔ نہ حضرتِ انسان کے بس میں ہے اور نہ سائنس ہی اس کی عقدہ کشائی پر قادر ہے۔ اور نہ اس کے پاس اس سوال کا کوئی جواب ہے۔ کہ آخر یہ مادہ۔ یہ توانائی کہاں سے وجود میں آگئی اور اس کائنات میں یہ نظم و حسنِ ترتیب کس طرح قائم ہو گیا"۔

سر، جے۔ اے۔ ٹامسن، جن کا شمار دُنیا کے بڑے ماہرین حیات میں ہوتا ہے۔ آغازِ حیات کے متعلق اپنی کتاب میں لکھتے ہیں، کہ

"اس بارہ میں ہم کو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ "ہم نہیں جانتے"۔

اشتراکی ماہرِ حیات اے۔ اوپیرن اور فسنکو (A OPARINYV·FESENKOV) اپنی مشہور کتاب "دی یونیورس" میں آغازِ حیات کے نظریات پر تبصرہ کرنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچا ہے کہ:۔

"اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ زندگی کا آغاز بجائے زمین کے، سیاروں وغیرہ پر ہوا ہے۔ تب بھی ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ ان سیاروں پر زندگی کیسے وجود میں آئی اور اس مخصوص ماحول میں اس نے کس طرح نشو و نما پائی"۔

ان اعتراضات کے علی الرغم ماہر ریاضی وطبیعیات ڈاکٹر ہنری پورٹر نے منکرین و ملحدین کے سوال کا یہ جواب دیا ہے:۔

"برطانیہ کے ریاضی دان اور معروف فلسفی برٹرینڈرسل نے خدا کے وجود کو تسلیم کرنے سے محض اس بنا پر انکار کر دیا۔ کہ وہ اس سوال کا کوئی جواب نہ پاسکا۔ کہ اگر خدا اس کائنات کا خالق ہے" تو (نعوذ باللہ) خدا کا خالق کون ہے؟ اس میں شبہ نہیں کہ برٹرینڈرسل علت و معلول کی بحث میں بڑی گہرائیوں تک جا پہنچا۔ لیکن جب سائنس کے تقریباً ہر کلیے کا یہ حال ہو۔ کہ اس سے پیدا ہونے والے بیشمار سوالوں کا کوئی جواب ہمارے پاس نہ ہو۔ تو آخر اس کی کیا تک ہے، کہ ہم وجودِ باری کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب نہ پاسکنے پر سرے سے اس حقیقت سے ہی انکار کر دیں"۔ (خدا موجود ہے صفحہ ۶) جسے سائنس بزبان حال تسلیم کر رہی ہے۔

حیات و کائنات کے راز و محرکات کی سراغ رسانی میں منکرینِ عالم جس ناکامی سے دوچار ہو رہے ہیں اسکی وجہ ان کی عقل قلیل اور فکرِ محدود ہے جو ناپیداکنار اور لامحدود حیات و کائنات کا احاطہ کرنے سے عاجز و بے بس ہے، جس کا مشہور سائنسدان نیوٹن نے ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے:۔

"میری مثال اس بچے کی ہے، جو ایک نا پیدا کنار سمندر کے کنارے کھڑا چند جاندار سیپیوں اور گھونگھوں کے بے جان خول (SHELL) جمع کرتا ہے"

اسی عقلی و فکری کمی کو پورا کرنے کے لئے قرآن نازل ہوا۔ اور اس نے زمین کی گہرائیوں، سمندروں کی پہنائیوں میں غوطے لگانے اور فضا و خلا میں پرواز کرنے والے انسان کو کھول کر بتلا دیا کہ۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ج وَلَا يُحِيطُونَ	وہ (اللہ ہی) جانتا ہے جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ اس سب کو، اور وہ

بِشَیۡءٍ مِّنۡ عِلۡمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۔ (بقرہ پ۳) اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی احاطہ نہیں کر سکتے۔ سوا اسکے کہ جتنا وہ خود چاہے۔

کسی چیز یا حقیقت کے متعلق سوال یا اعتراض کر دینا۔ اس کے وجود کے ابطال کی دلیل نہیں ہوتی۔ اس کیلئے ٹھوس اور قطعی دلائل و براہین کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس طرح ہر شخص اپنی ذات و حالات کے متعلق دوسروں کی نسبت بہتر جانتا ہے۔ یا جس طرح ایک اجنبی اور ناواقف شخص اپنی ذات و صفات کے متعلق جو کچھ بتلاتا ہے، تاوقتیکہ شواہد و قرائن اُس کے بیان کی تردید و تکذیب نہ کریں۔ اُس کی بات کو درست تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح باری تعالیٰ نے بھی اپنے وجود و کوائف کے متعلق قرآن مجید میں یہ بیان دیا ہے کہ نہ کوئی مجھ سے پہلے تھا اور نہ کوئی میرے بعد ہوگا۔ نہ میں کسی کی اولاد ہوں نہ کوئی میری اولاد ہے۔ میں نے سب کچھ پیدا کیا ہے۔ مجھے کسی نے پیدا نہیں کیا۔

هُوَ الۡاَوَّلُ وَ الۡاٰخِرُ (حدید پ۲۷) وہی سب سے پہلے ہے اور وہی سب سے پیچھے ہے۔

لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ (اخلاص پ۳۰) اسکے اولاد نہیں۔ نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔

خالق کے اس بیان پر کسی قسم کے شک و شبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ - - - - - - - - - اس بیان خداوندی کو آجتک حقائق کی بنا پر نہ کوئی جھٹلا سکا ہے۔ اور نہ کوئی اس کی تردید میں کوئی بیّن ثبوت پیش کر سکا ہے، بلکہ سائنس کے جن آئمہ پر ملحدین و منکرین تکیہ کئے ہوتے تھے۔ وہی خدا کے مذکورہ بالا بیان کی تائید و تصدیق کر رہے ہیں اس لئے خالق کے اس بیان پر کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔

باقی رہا یہ سوال کہ خدا کا نقطہ آغاز کیا ہے؟ علت و معلول کی سرحد کہاں ہے؟ سو واضح رہے کہ جس طرح اقلیدس کی اشکال کا ایک نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ جس سے مختلف زاویوں کے خطوط کھینچے جا سکتے ہیں اور جو سب اسی نقطہ پر واپس آ کر ختم ہوتے ہیں یا جیسے سائنس کی رو سے توانائی سے ہی مادہ مختلف اشکال میں خارج ہو کر منصۂ شہود پہ آتا ہے۔ اسی طرح علت و معلول کی گاڑیوں کا بھی ایک نقطہ آغاز اور ابتدائی اسٹیشن ہے جہاں سے توانائی کا ایندھن لے کر علت و معلول کی گاڑیاں مختلف سمتوں میں دوڑتی ہیں اور پھر وہیں واپس آ کر منتہی ہوتی ہیں۔ یا جیسے علم ہندسہ کی رو سے اکائی یا ایک سے پہلے کچھ نہیں۔ اعداد و شمار کا سارا چکر ایک سے شروع ہوتا ہے اور اس کے بعد دو تین، چار وغیرہ کے ہندسے آتے ہیں، اسی طرح کائنات کی منصوبہ بندی بھی ایک ہی منصوبہ ساز کی رہین منت ہے۔ ایک ہی خالق کی تخلیق کا عظیم شاہکار ہے۔ ایک ہی مالک کی مرضی و منشا کا مظہر اتم ہے۔ وہی سب قوتوں اور توانائیوں کا کرشمہ ہے۔ کوئی اس کی مشیت و ارادہ کے بغیر نہ اس کی دنیا میں قدم رکھ سکتا ہے۔ اور نہ اس کی مملکت سے بھاگ سکتا ہے۔ سب اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ جس وقت چاہتا ہے۔ موت کی نیند سلا دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے، عزت کے تخت پر بیٹھا دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے، ذلت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ وہ سب سے پوچھ سکتا ہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس لئے بقول سینٹ آرگسٹائن:-

"حقائق کو دیکھتے ہوئے بھی انہیں تسلیم نہ کرنا، محض حماقت اور ہٹ دھرمی ہی نہیں، "گناہ" بھی ہے"۔

سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ

منشی عبدالرحمن خان

کوہستان پرلیس ملتان سے طبع ہوا

عالمی ادارہ تبلیغ

کے اجرا پر اسکے بانی منشی عبدالرحمٰن خان کو حسب ذیل پیغامات موصول ہوئے ہیں:۔

★ جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان صاحب جج سپریم کورٹ پاکستان:

اسبات کی اشد ضرورت ہے کہ نئی پود کو بنیادی اسلامی تخیلات و اقدار سے آشنا کیا جائے۔ اور اس مقصد کیلئے سادہ اردو اور انگریزی زبان میں ایسی تالیفات پیش کی جائیں جو علمی لحاظ سے پختہ ہوں۔ اور موجودہ دور کے ذہنوں تک اپنے دلنشیں انداز بیان سے رسائی حاصل کرسکیں۔ انشاء اللہ یہ تبلیغی سلسلہ بہر وجوہ مفید ہوگا۔ آپکی ہمت قابل داد ہے۔

★ جناب قدرت‌اللہ شہاب صاحب سفیر پاکستان متعینہ ہالینڈ:۔

آپنے جس جذبہ کے ساتھ خدمت دین کا بیڑا آٹھایا ہے۔ اس میں یہ ایک قابل صد تحسین اور گرانقدر اضافہ ہے اور جس انداز کی تبلیغی تحریک شروع کی ہے۔ اسکی انتہائی ضرورت ہے۔ اس نیک کام میں قلمی شراکت کیلئے جی چاھتا ہے۔ لیکن دینی امور میں اپنے علم کی کمزوری اور صلاحیت کی کمی محل نظر ہے۔ اسلئے جب انگریزی میں یہ سلسلہ شروع ہوگا۔ تو حتی‌المقدور ھاتھ بٹاؤنگا۔

★ جناب مختار مسعود صاحب ممبر بورڈ آف واپڈا پاکستان:۔

آپکی تبلیغی تحریک میرے خوابوں کی تعبیر ہے۔ تحریک جائزہ حسن قرأت نے عوام و خواص کو قرآن سے مانوس کیا یہ آنہیں قرآن کے پیغام اور اسلام کی روایات سے آگاہ کریگی۔ تکنیکی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ بدلتے ہوئے معاشرہ میں انداز تبلیغ کا بدلنا بھی ضروری ہے تاکہ ھماری نسل نو جو اپنے دل اور ماحول کے مسائل کو حل کرنے کی بجائے راہ فرار اختیار کر کے مائل پرواز ہے اور بے حس و بے روح مشینوں کی صحبت اختیار کر رہی ہے۔ اسے دینی لٹریچر کے ذریعہ بزرگوں کی صحبت کا بدل مل سکے۔

تعمیری افکار کے بے نظیر شاہکار

خضر و مسیحا

(نظم کے پردہ میں)

حقائق و معارف

(شعر کے آئینہ میں)

منشی عبدالرحمٰن خاں نے بڑی جگر سوزی اور دیدہ ریزی سے سینکڑوں دفتر کھنگالنے اور ہزاروں ورق الٹنے کے بعد قریباً ہر غزل گو شاعر کے کلام سے تعمیری اور اصلاحی افکار کا انتخاب کرکے ہدایت و ایقان کے لئے تماشا گاہِ سخن میں جو دفترِ زنگار رنگ ترتیب دیا ہے اس کے متعلق :-

میاں بشیر احمد صاحب مدیر ہمایوں لاہور لکھتے ہیں کہ اس میں بعض مشہور اور بعض ایسی دلکش نظمیں موجود ہیں جو پڑھنے اور بار بار پڑھنے کے قابل ہیں قوم جس دور میں سے گزر رہی ہے اس کے لئے یہ خوانِ نعمت غنیمت ہے۔

جناب اسد ملتانی لکھتے ہیں کہ انتخاب کی خوبی، اور ترتیب کی عمدگی قابلِ داد ہے، اس انتخاب میں محض جھلک اور تمش کو مدِ نظر نہیں رکھا گیا بلکہ اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ زندگی پر مفید اثر ڈال سکے، قیمت ۲/۸

عالیجناب ایس، اے، رحمٰن صاحب چیف جسٹس ہائیکورٹ مغربی پاکستان اپنے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ اس میں مؤلف نے نہایت کاوش سے مختلف عنوانات کے ماتحت وہ اشعار منتخب کرکے درج کئے ہیں جو انکی دانست میں زندگی کے اعلیٰ اقدار سے تعلق رکھتے ہیں، ان کا ذوقِ شعر بلند ہے اور ان کا انتخاب سعی قیاسہ اور مبتذل اشعار سے پاک، اگر کوئی خردہ گیر یہ کہے کہ حقائق و معارف کا کوئی حصہ ا دل کے تاروں پر زخمہ زنی کرنے سے قاصر ہے تو یہ کہ اس کا ذوقِ شعر محلِ نظر ہے، قیمت ۸/

تاجروں کے لئے (دیدہ زیب کتابت، طباعت حسین گرد پوش) خاص رعا[یت]

ادارہ نشر المعارف، چہلیک، ملتان شہر

صرف ڈائٹل پرویز پرنٹنگ پریس ملتان میں چھپا